حضرت مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی اور ان کی زندگی کے چند گوشے

از مولانا حکیم محمد زماں حسینی صاحب

یہ مضمون جشن "مفکر ملت نمبر" کے افتتاح کے موقع پر پڑھا گیا تھا۔ اب اس ماہ کے شمارے میں مولانا حکیم محمد زماں حسینی صاحب کلکتہ کے شکریہ کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے۔ ــ ادارہ

قبل از مسیح کی قدیم آبادی قصبہ دیوبند ضلع سہارنپور، قدیم الایام سرچشمۂ روحانیت، حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ کے خلیفہ مولانا احمد دیبنی کا مولد و مسکن ـــ حضرت مجدد کا ممر وہ گذر، حضرت سید احمد شہیدؒ کی دعاؤں کا مظہر خیر و برکت۔ حضرت مفتی صاحب کی جائے پیدائش و سکونت تھی۔

خاندان و نسب کا رشتہ، خلیفۂ ثالث، حضرت عثمان ذوالنورین کے صلب پاک سے جاملتا ہے، دادا، بانیانِ دارالعلوم کے ارکان اربعہ کے ایک خاص رکن، حضرت مولانا فضل الرحمٰن

عثمانی رحمۃ اللہ علیہ ــــــ باپ، حضرت قطب عالم مفتی عزیز الرحمن عثمانی، مفتی اعظم ہند ــــــ چچا، علامۂ روزگار، اردو، عربی، فارسی کے ادیب نامدار، حضرت مولانا حبیب الرحمن عثمانی نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند، جن کی جلالت علمی پر ان کی عظیم کتاب اشاعت اسلام (اردو) اور قصیدہ لامیہ (عربی) شواہد کا درجہ رکھتی ہیں ــــــ اور، دوسرے چچا، شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ محدث و مصنف "فتح الملہم" شارح مسلم شریف اور مفسر قرآن و مصنف فوائد تفسیریہ عثمانی، ــــــ تیسرے چچا، حضرت مولانا مطلوب الرحمن عثمانی، مرشد طریقت وسلوک، صوفی صافی، جن کی صفت امتیازی تھی کہ ان کے دست گرفتہ مریدین کو "حُبِّ رسول" میں ایسی سرمستی حاصل ہوجاتی تھی کہ رؤیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت مناہی میسر ہونے لگتی تھی، ــــــ اور، چچا زاد فضل، اور بابو سعید یہ دونوں دیندار و متشرع گریجویٹ تھے، اور مناصب عالیہ پر فائز ــــــ چھوٹے بھائی الحاج الحافظ القری، المجود، جلیل الرحمن، استاذ القراء دارالعلوم دیوبند زاہد شب بیدار و زندہ دار بزرگ ہیں۔

چچا زاد بھائیوں اور بھتیجوں کا بھی وسیع حلقہ علوم قدیم اور جدیدہ سے آراستہ ہند و پاک میں پھیلا ہوا ہے ۔

این خانہ ہمہ آفتاب است

ازہر ہند، دارالعلوم دیوبند آپ کی مادر علمی ہے۔ جملہ علوم شرعیہ، قرآن و حدیث، فقہ و تفسیر، علم کتابت و خطابت، حفظ قرآن اور تجوید و قرأت کے لئے، یہی معدن و مخزن ہے اسی سے سند فراغ حاصل کی۔

سبحان اللہ! اساتذہ کرام میں سرِفہرست، حجۃ اللہ فی الارض حضرت علامہ انور شاہ کشمیری علیہ الرحمہ کا جلوہ دکھائی پڑتا ہے، پھر امام المتکلمین حضرت علامہ محمد ابراہیمؒ بلیاوی، شیخ الادب والفقہ حضرت علامہ اعزاز علی امروہوی، امام الصوفیاء، محدث عصر حضرت علامہ

سیدنا حضرت حسین دیوبندی اور دیگر اکابر دارالعلوم کی سرپرستیاں نظر آتی ہیں۔ رحمہم اللہ رحمۃً واسعۃً
ملقاء درس اور خواجہ تاشوں اور ہم عصروں میں۔ فخر الاماثل حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مہتمم دارالعلوم دیوبند ــــ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الحرم النبوی محدث عصر حضرت مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی، صاحب "ترجمان السنۃ"۔ اور ــــ مفتی اعظم پاکستان، سابق مفتی دارالعلوم دیوبند حضرت علامہ مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی۔ شارح ترمذی حضرت علامہ محدث دوراں مولانا محمد یوسف بنوری، مجاہد ملت حضرت مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہاروی و مولانا قاضی سجاد حسین وغیرہم باہم شیر و شکر نظر آرہے ہیں۔

تلامذہ کی فہرست طویل ہے، ــــ میں نے ایک مرتبہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اس سلسلے میں دریافت کیا تو مسکرائے اور ہنس کر فرمایا کہ حکیم صاحب! ... اس بارے میں کیا سناؤں، میرا طریقہ یہ ہوگیا ہے کہ جس نے اپنا رشتۂ تلمذ جوڑ کر... خوشی و مسرت کا اظہار کیا تو میں نے بھی سن لیا، ورنہ اس دور وفا ناشناس میں کہاں کی استادی اور شاگردی؟ ــــ مگر میں اپنے علم رشتۂ ہدٰہ کی بناپر تین احسان شناس شاگردوں کا تذکرہ کرنے میں خوشی محسوس کرتا ہوں، جنھوں نے نہایت سعادت مندی اور شکر گذاری کے ساتھ اپنے رشتۂ تلمذ کا بار بار ذکر کیا اور علماء کے بھرے مجمع میں کیا۔ واقعہ یوں ہے کہ ــــ تقسیم ہند کے بعد جب مدرسہ عالیہ کلکتہ کی نشأۃ ثانیہ ہوئی اور حضرت مولانا سعید احمد اکبرآبادی مرحوم اس کے پہلے پرنسپل قرار پائے اور اساتذۂ کرام اور دیگر اسٹاف مدرسہ کی تقرریوں کے بعد تعلیمی سلسلہ شروع ہوگیا تو اسی زمانہ میں حضرت مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی مرحوم کا سفر کلکتہ پیش آیا جو ہر سال ندوۃ المصنفین کے سلسلہ میں پیش آتا ہی تھا، اسی موقع پر حضرت مولانا اکبرآبادی مرحوم نے حضرت مفتی صاحب مرحوم کے اعزاز میں ایک استقبالیہ کا انتظام مدرسہ عالیہ

میں گیا، جس میں مدرسہ کے علماء کرام اور اساتذہ اور دیگر کارکنان مدرسہ موجود تھے راقم الحروف بھی گورننگ باڈی کے ایک ممبر کی حیثیت سے اس میں شریک تھا۔ اس مبارک موقع پر مولانا اکبر آبادی مرحوم نے حضرت مفتی صاحب کی عظمت وجلال شان کا ذکر کرتے ہوئے اس کا انکشاف کیا کہ میں نے "بیضاوی شریف" جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں حضرت مفتی صاحب سے سبقاً سبقاً بقدر درس پڑھی ہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ میری پوری طالب علمی انہی کے زیر تربیت ونگرانی دارالعلوم دیوبند میں گذری ہے۔ اس موقع پر مُدرس حدیث، حضرت مولانا سید حمید الدین صاحب مرحوم نے بھی فرمایا کہ میں نے "کنز الدقائق" حضرت مفتی صاحب سے پڑھی اور میں ان کا ادنیٰ تلمیذ ہوں ——— ایک تیسرے طالب علم، مُدرس مدرسہ عالیہ مولانا عبدالشکور صاحب نے جو بنگال کے باشندہ ہیں یہ اعلان کیا کہ میں نے ڈابھیل میں حضرت مفتی صاحب سے "بیضاوی" پڑھی ہے۔

میرا خیال ہے کہ دارالعلوم دیوبند کے زمانہ تدریس میں جن طلبہ نے حضرت مفتی صاحب سے درس لیا ہے اور اسی طرح جامعہ ڈابھیل میں جن حضرات نے حضرت مرحوم سے سبق لیا ہے بلاشبہ ان میں بڑے بڑے علماء نامدار ہوئے ہوں گے جو ساؤتھ افریقہ اور ہندوپاک اور ملک کے دوسرے خطوں میں پھیلے ہوں گے، ان بزرگوں کی تعداد بھی خاصی ہوگی۔

مزاجی کیفیت کے اعتبار سے نہایت حلیم وبُردبار تھے، مُدبّر وعاقبت اندیش تھے خواہ مخواہ گلہ شکوہ کا مزاج نہیں تھا، طبیعت میں استقامت بہت تھی، جب کسی معاملے میں فیصلہ فرما لیتے تھے اِسے عملی شکل دینے اور رکاوٹوں کو دور کرنے کی تدبیریں نہایت ہی خوبی سے کرگذرتے تھے۔

لحاظ ومروت اور اس کی نگہداشت میں بے مثال آدمی تھے، حضرت مرحوم جب جب دیوبند تشریف لے جاتے تھے، خواہ کسی خانگی ضرورت یا خاندانی تقریب کا موقع ہو یا

دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کا وقت ہو، اپنے کل عزیزوں کے گھروں پر ضرور جانا، دریافت حال کرنا، چھوٹوں کو روپے دے کر سروں پر دست شفقت و محبت پھیر کر اظہار محبت ارشاد فرمانا، بیواؤں، یتیموں کی خبر گیری اور بے معاش عزیزوں اور بزرگوں کی فکر مندی کے ساتھ مدد کرنا حضرت مفتی صاحب کی خاص صفت امتیاز تھی۔ بر وقت مہمانوں، صادرین کی حسب حیثیت و ضرورت خیال رکھنا اور خوبی کے ساتھ ان مشکل کو سر کرنا انھیں کے ناخن تدبیر کا کمال تھا۔

اپنے اساتذہ کا بڑا خیال فرماتے اور نہایت اکرام سے ان کا ذکر فرماتے اور ان کی ورثوں کا خیال رکھتے تھے۔ استاذ زادوں تک کی خبر گیری میں دلچسپی لیتے تھے، اس سلسلہ میں ایک واقعہ کا ذکر ضروری سمجھتا ہوں، حضرت شیخ الادب مولانا اعزاز علی رحمۃ اللہ علیہ کے تین صاحبزادے دارالعلوم دیوبند میں مدرس تھے ان میں سے دو چھوٹوں کی بعض ملازمانہ ضرورتیں مجلس شوریٰ کی توجہ کی محتاج تھیں، بڑی دلسوزی سے مجھ سے فرمانے لگے کہ "حکیم صاحب! غریب و کمزور لوگ ہیں اور استاذ زادے ہیں، ان کا خیال کرنا چاہئے۔" حقیقت میں حضرت مرحوم بہت غم خوار اور غم گسار آدمی تھے۔ گھریلو خدمت گذار بھنگن تک سے دریافت کرتے کہ "خیریت ہے؟ اچھی ہو؟" پھر وہ خوش ہو کر نیاز مندی سے جواب دیتی!۔ ایک صاحب جو اس گھریلو معاملہ کے برابر کے شاہد ہیں، ایک مرتبہ ہنس کر مجھے یہ روداد سنانے لگے۔ مگر اس واقعہ سے میں بہت متاثر ہوا ——— اس وقت حضرت مفتی صاحب مرحوم کی ایک بات میرے کانوں میں گونجنے لگی، "حکیم صاحب! ابا جی مرحوم کی طرف سے مجھ پر نقشبندیت کا سایہ پڑا ہوا ہے"۔

حافظہ غضب کا تھا، احادیث و تفسیر کے علمی مباحث پر اچھی گہری نظر تھی۔ علم فقہ پر ایسا عبور تھا کہ حیرت ہوتی تھی، ایک مرتبہ میرے ہاں طلاق غضبان کے سلسلہ کا ایک پیچیدہ استفتاء آگیا، اس موقع پر فقہاء نے مدہش وغیرہ کی جو بحث کی ہے اس کی بنا پر

میں کیا، جس میں مدرسہ کے علماء کرام اور اساتذہ اور دیگر کارکنان مدرسہ موجود تھے، راقم الحروف بھی گورننگ باڈی کے ایک ممبر کی حیثیت سے اس میں شریک تھا۔ اس مبارک موقع پر مولانا اکبرآبادی مرحوم نے حضرت مفتی صاحب کی عظمت وجلالِ شان کا ذکر کرتے ہوئے اس کا انکشاف کیا کہ میں نے "بیضاوی شریف" جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں حضرت مفتی صاحب سے سبقاً سبقاً بقدر درس پڑھی ہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ میری پوری طالب علمی انہی کے زیر تربیت ونگرانی دارالعلوم دیوبند میں گذری ہے۔ اس موقع پر مُدرس حدیث، حضرت مولانا سید حمیدالدین صاحب مرحوم نے بھی فرمایا کہ میں نے "کنزالدقائق" حضرت مفتی صاحب سے پڑھی اور میں ان کا ادنیٰ تلمیذ ہوں ــــ ایک تیسرے طالب علم، مُدرس مدرسہ عالیہ مولانا عبدالشکور صاحب نے جو بنگال کے باشندہ ہیں یہ اعلان کیا کہ میں نے ڈابھیل میں حضرت مفتی صاحب سے "بیضاوی" پڑھی ہے۔

میرا خیال ہے کہ دارالعلوم دیوبند کے زمانۂ تدریس میں جن طلبہ نے حضرت مفتی صاحب سے درس لیا ہے اور اسی طرح جامعہ ڈابھیل میں جن حضرات نے حضرت مرحوم سے سبق لیا ہے بلاشبہ ان میں بڑے بڑے علماء نامدار ہوئے ہوں گے جو ساؤتھ افریقہ اور ہندوپاک اور ملک کے دوسرے خطوں میں پھیلے ہوں گے، ان بزرگوں کی تعداد بھی خاصی ہوگی۔

مزاجی کیفیت کے اعتبار سے نہایت حلیم وبُردبار تھے، مُدبّر وعاقبت اندیش تھے خواہ مخواہ گلہ شکوہ کا مزاج نہیں تھا، طبیعت میں استقامت بہت تھی، جب کسی معاملے میں فیصلہ فرمالیتے تھے اِسے عملی شکل دینے اور رکاوٹوں کو دور کرنے کی تدبیریں نہایت ہی خوبی سے کرگذرتے تھے۔

لحاظ ومروّت اور اس کی نگہداشت میں بے مثال آدمی تھے، حضرت مرحوم جب جب دیوبند تشریف لے جاتے تھے، خواہ کسی خانگی ضرورت یا خاندانی تقریب کا موقع ہو یا

دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کا وقت ہو، اپنے کل عزیزوں کے گھروں پر ضرور جانا، ضیافت قبول کرنا، چھوٹوں کو روپے دے کر سروں پر دست شفقت و محبت پھیر کر ان کی محبت استوار فرمانا، بیواؤں، یتیموں کی خبرگیری اور بے معاش عزیزوں اور عزیزوں کی فکرمندی کے ساتھ مدد کرنا حضرت مفتی صاحب کی خاص صفتِ امتیاز تھی۔ شہر میں بھی واردین، صادرین کی حسب حیثیت و ضرورت خیال رکھنا اور خوبی کے ساتھ اس مشکل کو سر کرنا انھیں کے ناخن تدبیر کا کمال تھا۔

اپنے اساتذہ کا بڑا خیال فرماتے اور نہایت اکرام سے ان کا ذکر فرماتے اور ان کی ضرورتوں کا خیال رکھتے تھے۔ استاد زادوں تک کی خبرگیری میں دلچسپی لیتے تھے، اس سلسلہ میں ایک واقعہ کا ذکر ضروری سمجھتا ہوں، حضرت شیخ الادب مولانا اعزاز علی رحمۃ اللہ علیہ کے تین صاحبزادے دارالعلوم دیوبند میں مدرس تھے ان میں سے دو چھوٹوں کی بعض ملازمانہ ضرورتیں مجلس شوریٰ کی توجہ کی محتاج تھیں، بڑی دلسوزی سے مجھ سے فرمانے لگے کہ "حکیم صاحب! غریب و کمزور لوگ ہیں اور استاد زادے ہیں، ان کا خیال کرنا چاہئے"۔ حقیقت میں حضرت مرحوم بہت غم خوار اور غم گسار آدمی تھے۔ گھریلو خدمت گذار بھنگن تک سے دریافت کرتے کہ "خیریت ہے؟ اچھی ہو؟" پھر وہ خوش ہو کر نیاز مندی سے جواب دیتی!۔ ایک صاحب جو اس گھریلو معاملہ کے برابر کے شاہد ہیں، ایک مرتبہ ہنس کر مجھے یہ روداد سنانے لگے۔ مگر اس واقعہ سے میں بہت متاثر ہوا ——— اس وقت حضرت مفتی صاحب مرحوم کی ایک بات میرے کانوں میں گونجنے لگی، "حکیم صاحب! اباجی مرحوم کی طرف سے مجھ پر نقشبندیت کا سایہ پڑا ہوا ہے"۔

حافظہ غضب کا تھا، احادیث و تفسیر کے علمی مباحث پر اچھی گہری نظر تھی۔ علم فقہ پر ایسا عبور تھا کہ حیرت ہوتی تھی، ایک مرتبہ میرے ہاں طلاق غضبان کے سلسلہ کا ایک پیچیدہ استفتاء آگیا، اس موقع پر فقہاء نے مدہش وغیرہ کی جو بحث کی ہے اس کی بنا پر

میں گیا، جس میں مدرسہ کے علماء کرام اور اساتذہ اور دیگر کارکنان مدرسہ موجود تھے، راقم الحروف بھی گورننگ باڈی کے ایک ممبر کی حیثیت سے اس میں شریک تھا۔ اس مبارک موقع پر مولانا اکبرآبادی مرحوم نے حضرت مفتی صاحب کی عظمت وجلالِ شان کا ذکر کرتے ہوئے اس کا انکشاف کیا کہ میں نے "بیضاوی شریف" جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں حضرت مفتی صاحب سے سبقاً سبقاً بقدر درس پڑھی ہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ میری پوری طالب علمی انہی کے زیرِ تربیت ونگرانی دارالعلوم دیوبند میں گذری ہے۔ اس موقع پر مُدرس حدیث، حضرت مولانا سید حمیدالدین صاحب مرحوم نے بھی فرمایا کہ میں نے "کنزالدقائق" حضرت مفتی صاحب سے پڑھی اور میں ان کا ادنیٰ تلمیذ ہوں ـــــ ایک تیسرے طالب علم، مُدرس مدرسہ عالیہ مولانا عبدالشکور صاحب نے جو بنگال کے باشندہ ہیں یہ اعلان کیا کہ میں نے ڈابھیل میں حضرت مفتی صاحب سے "بیضاوی" پڑھی ہے۔

میرا خیال ہے کہ دارالعلوم دیوبند کے زمانۂ تدریس میں جن طلبہ نے حضرت مفتی صاحب سے درس لیا ہے اور اسی طرح جامعہ ڈابھیل میں جن حضرات نے حضرت مرحوم سے سبق لیا ہے بلاشبہ ان میں بڑے بڑے علماء نامدار ہوئے ہوں گے جو ساؤتھ افریقہ اور ہندوپاک اور ملک کے دوسرے خطوں میں پھیلے ہوں گے، ان بزرگوں کی تعداد بھی خاصی ہوگی۔

مزاجی کیفیت کے اعتبار سے نہایت حلیم وبُردبار تھے، مُدبّر و عاقبت اندیش تھے خواہ مخواہ گلہ شکوہ کا مزاج نہیں تھا، طبیعت میں استقامت بہت تھی، جب کسی معاملے میں فیصلہ فرما لیتے تھے اِسے عملی شکل دینے اور رکاوٹوں کو دور کرنے کی تدبیریں نہایت ہی خوبی سے کر گذرتے تھے۔

لحاظ ومروّت اور اس کی نگہداشت میں بے مثال آدمی تھے، حضرت مرحوم جب جب دیوبند تشریف لے جاتے تھے، خواہ کسی خانگی ضرورت یا خاندانی تقریب کا موقع ہو یا